رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

تار کا پتہ
الفضل قادیان بٹالہ

غلام احمد قادیانی

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل
قادیان

اخبار ہفتہ میں تین بار
فی پرچہ تین پیسے

ایڈیٹر
غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی
ششماہی
سہ ماہی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (سنہ ۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

جلد ۱۳ | مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۲۵ء یوم سہ شنبہ مطابق ۴ صفر ۱۳۴۴ھ | نمبر ۲۲

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو کل جمعرات کے روز دوپہر کا کھانا کھاتے ہی سخت قے آگئی۔ جس سے تمام جسم کو تکلیف پہنچی اور ضعف ہو گیا۔ جمعہ کے روز متلی رہی۔ اور جلاب دیا گیا۔ آج بھی متلی ہے۔ گو پہلے سے افاقہ ہے۔ احباب دعا کریں اللہ تعالیٰ جلد صحت عطا فرمائے۔

حرم ثانی کو پہلے کی نسبت آرام ہے کچھ حصہ پرانی تکلیف کا باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد صحت عطا فرمائے۔

حضرت ام المومنین کو زکام اور کھانسی ہے ابھی علاج جاری ہے۔ مریم صدیقہ بنت جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ابھی تک بخار میں مبتلا ہیں۔ آج بارہواں دن بخار کا ہے۔ احباب دعا کریں اللہ تعالیٰ صحت فرمائیں۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے خاندان میں خیریت ہے۔ حضرت میاں ... نے پہلے خط سے معلوم ہوا ہے کہ تبدیل آب و ہوا سے پہلے جو نزلہ ہاں ... فائدہ ہوا تھا۔ اب پھر کسی قدر درد سر کے دن عود کر آئے ہیں سب احباب ...

نظم

ہادیٔ کامل پئے راہِ صواب آ ہی گیا

دوستو! وہ مصلح اہلِ کتاب آ ہی گیا
ہادیٔ کامل پئے راہِ صواب آ ہی گیا

کس خرام ناز سے کیسے عجب انداز سے
آج میرے پاس وہ مستِ شباب آ ہی گیا

چونکہ گستاخی جناب مہدیٔ دوراں میں کی
امتِ مرحومہ تھی۔ لیکن عذاب آ ہی گیا

پیشگوئی تھی رسول پاک کی۔ پوری ہوئی
اصفہاں سے دشمن اسلام باب آ ہی گیا

وہ جہاں قرآن خوانی تھی۔ نظامی کی طفیل
رنڈیوں کا طائفہ چنگ و رباب آ ہی گیا

بدعتوں کا زور تھا لیکن آخر نجد سے
یادگارِ دورہ عبد الوہاب آ ہی گیا

مہرباں ساقی مزروکی۔ تلچھٹ کے بغیر
تشنہ کاموں کے لئے جام شراب آ ہی گیا

جب کبھی میں نے دعا کی اضطرار و عجز سے
تیری جانب سے مرے مولیٰ جواب آ ہی گیا

شوخ تھا بے باک تھا لیکن ہوا جب سامنا   اس بُت طنّاز کو یکدم حجاب آہی گیا

آج سے کل کل سے پرسوں کرتے کرتے حشر تا   کوئی بھی نسیہ کی نہ کی یوم الحساب آہی گیا

تیری بزم خاص میں اب باریابی ہو نہ ہو   آستانے تک تو یہ خانہ خراب آہی گیا

(اکمل)

اخبار احمدیہ

ایک احمدی خاتون کا لیکچر نیروبی کی مستورات میں

چند ماہ ہوئے - اہلیہ صاحبہ محمد حسین صاحب بٹ قادیان دارالامان سے نیروبی میں آئی ہے۔ خاتون محترمہ نے قادیان شریف میں رہ کر اس قدر تبلیغی جوش اور دینی فوائد حاصل کئے ہیں کہ آتے ہی "البلاغ" نمبر ۴ میں تعلیم نسواں پر ایک نہایت ہی لطیف مضمون بطرز قلم کیا۔ اور دینی تعلیم کی ضرورت قوم کے سامنے رکھتے ہوئے دوسرے مذاہب کی تعلیمی درسگاہوں کی طرف ذمہ دار احباب کو توجہ دلائی - اور اپنی خدمات کو لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے مفت پیش کیا۔ خوشی کا مقام ہے۔ کہ محترمہ خاتون کے اس دینی ولولہ اور جوش کو احباب نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اور بعض احباب نے مستورات میں لیکچر کے لئے خواہش ظاہر کی - اس واسطے اخویم بشیر محمد صاحب برادر دوست محمد صاحب احمدی نے اپنی دختر کی آمین پر عام مستورات کو دعوت جاری دی۔ اور لیکچر محترمہ خاتون کا قرار پایا۔ چالیس سے کچھ زائد احمدی و غیر احمدی خواتین شامل دعوت ہوئیں ۔

کارروائی جلسہ تلاوت قرآن شریف سے ہوئی۔ جو اہلیہ صاحبہ عبدالرحمٰن صاحب احمدی کی۔ نظم اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر عمرالدین احمدی نے پڑھی - پھر اہلیہ صاحبہ محمد حسین صاحب بٹ نے قرآن شریف نہایت عمدگی اور خوبی سے پڑھکر اس کی تفسیر پونے گھنٹہ تک کی - اور خوب کھولکر مومنوں و کافروں کے نشانات قرآن کریم سے بتائے - جس کو مستورات نے نہایت غور اور توجہ سے سُنا - اور بہت ہی اچھا اثر ہوا۔

علاوہ ازیں دیگر مذاہب میں مستورات کے حقوق کا خلاصہ بیان کیا - اور نہایت احسن طریقہ اور خوبی سے یہ ثابت کرکے دکھلا دیا۔ کہ اسلام ہی صرف ایک ایسا مذہب ہے جس نے حقوق نسواں قائم کئے - اور ان کی پوری پوری حفاظت کی - نیز عورتوں کے حقوق مردوں پر اور مردوں کے عورتوں پر مفصل بیان کئے ۔

بالآخر آمین خاتون محترمہ اور اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر عمرالدین احمدی نے ملکر پڑھی - جو بہت دلچسپی سے سُنی گئی - دعا ہے خداوند کریم نیک نتائج پیدا کرے - اور محترمہ خاتون کو اس سے بڑھکر خدمتِ دین کی توفیق بخشے - آمین ثم آمین

خاکسار عمرالدین احمدی - پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ نیروبی

غیر احمدی مولوی صاحب کا مناظرہ سے انکار

۵ر اگست ۱۹۲۵ء برادرم مکرم مولوی محمد نذیر صاحب احمدی مولوی فاضل سیالکوٹ تشریف لائے - ۵ و ۶ر اگست کی درمیانی رات آپ نے حسب خواہش سامعین ختم نبوت پر تقریر فرمائی - تقریر کا نیک اثر کثرت سے سامعین نے محسوس کیا۔ بعض غیر احمدیوں نے اس تقریر کے اثر کو مخالف و موافق کی زبان سے محسوس کرتے ہوئے ازالہ تاثیر کی فکر کی - اور قبلہ و کعبہ محترم حضرت والد صاحب بزرگوار جناب چودہری نصر اللہ خانصاحب رئیس اعظم ڈسکہ سے اجازت چاہی - کہ وہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اہلحدیث کو مناظرہ کے لئے گوجرانوالہ سے لائیں بشرطیکہ ۶ و ۷ر اگست ۱۹۲۵ء کی درمیانی رات کے لئے مولوی محمد نذیر صاحب احمدی کو ٹھہرا لیا جائے چنانچہ مولوی محمد نذیر صاحب کو ٹھہرا لیا گیا۔

۶ - ۷ر اگست کی درمیانی رات بعد انتظار طویل نماز عشاء ادا کی گئی - اور جب اندازہ کر لیا گیا کہ کوئی مناظر نہیں آیا۔ تو مولوی محمد نذیر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر تقریر فرمائی -

پھر مولوی محمد نذیر صاحب کو ۷ و ۸ر اگست کی درمیانی رات کے لئے ٹھہرنے پر مجبور کیا گیا۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ غیر احمدی خود تو اقرار و شرائط کے پابند نہیں ہوتے - مگر جب بعد فوتیدگی اقرار احمدی منتشر ہو جاویں۔ تو مشہور کر دیتے ہیں کہ احمدیوں نے فرار اختیار کیا - اور اپنی عدم پابندی عہد و اقرار پر شرم حرام سمجھتے ہیں - بالآخر ۷ر اگست قریب مغرب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب تشریف لے آئے - اور آتے ہی منادی کرائی گئی - کہ رات احمدیوں اور غیر احمدیوں میں مناظرہ ہوگا -

۷ و ۸ - اگست کی درمیانی رات بعد نماز عشاء غیر احمدیوں کے دو نمائندے ہمارے پاس آئے کہ مناظرہ کی اجازت دو - میں نے جواب دیا کہ اگر آپ سے احمدیوں کا مناظرہ طے پا چکا ہو - تو پھر میں بحیثیت احمدی ہونے کے خود ایک فریق ہوں اجازت کیا - اور اگر آپ لوگ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں - تو پہلے چیلنج دو - پھر جواب دیا جاویگا - چنانچہ انہوں نے چیلنج دیا اور جواب میں میں نے کہا - کہ شرائط مناظرہ طے کر لو۔ مضمون مباحثہ مقرر کرو - وغیرہ

مضامین یہ مقرر ہوئے :- (۱) وفات و حیات مسیح ناصری (۲) ختم نبوت - مگر وقت کے متعلق جھگڑا ہی رہا - ہم کہتے تھے - کہ ہر ایک مناظرہ میں پہلے نصف نصف گھنٹہ اور پھر علی الترتیب پندرہ پندرہ منٹ - مگر غیر احمدیوں کا تقاضا رہا کہ پہلے دس دس منٹ اور پھر پانچ پانچ منٹ - ہر ایک مضمون پر بحث کے لئے دو گھنٹہ مقرر ہوا - مگر تقسیم اوقات کا ساڑھے دس بجے رات تک بھی فیصلہ نہ ہوا -

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے غیر احمدیوں کی مسجد میں جو مسجد احمدیہ ڈسکہ سے کوئی پچاس قدم کے فاصلہ پر ہے۔ تقریر شروع کی - مضمون تقریر خاص نہ تھا - حضرت مرزا صاحب علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام پر اعتراض کئے - جب انکی تقریر ختم ہو چکی - تو مسجد احمدیہ میں قریب ایک بجے نصف شب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے اعتراضات کے جواب میں مولوی محمد نذیر صاحب نے تقریر فرمائی - جو دو بجے ختم ہوئی - اختتام تقریر پر ہم نے غیر احمدیوں کو غیرت بھی دلائی - اگر جرات ایمانی ہے - تو اپنے مولوی مناظر کو مقابلہ پر لاؤ - مگر وہی وقت کا جھگڑا تھا - جو ختم نہ ہوا -

دوسرے روز ۸ر اگست علی الصبح بعد نماز فجر پھر وہی قصہ تمام کبھی تو مولوی محمد اسمٰعیل صاحب موضوع بحث خصائص انبیاء پیش کریں - اور کبھی تکذیب مسیح موعود کا دعویٰ - خصائص انبیاء کے متعلق تو جواب دیا گیا کہ خصائص انبیاء از روئے قرآن و حدیث کے ہم بھی ویسے ہی قائل ہیں جیسے ایک سچا مسلمان ہو سکتا ہے اور آپکو بھی وہی دعویٰ ہے - اسمیں کوئی امر متنازعہ نہیں ہے مگر انہوں نے نہ مانا - غرضکہ مولوی صاحب کو غیر احمدیوں نے بھی بار بار توجہ دلائی - کہ آپ فرار کی راہ اختیار نہ کریں - مگر بارہ بجے دوپہر تک رقعہ بازی اور دیگر ناقابل فیصلہ باتوں میں گذار کر کھانا کھایا اور جان چھوڑا کر بھاگے - (شکر اللہ خان پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ ڈسکہ)

ایک احمدی کا اعزاز

یہ خبر نہایت خوشی سے تحریر کی جاتی ہے کہ چوہدری عبداللہ خان صاحب بہلولپوری کو اللہ تعالیٰ نے امسال متواتر کامیابیاں اور اعزاز عطا کئے ہیں - تھوڑا ہی عرصہ ہوا - آپ باوجود سخت مقابلہ کے ذیلدار بنائے گئے - اور اب وہ ناروال میں سب رجسٹرار بنا دئے گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
یوم سہ شنبہ - قادیان دارالامان - ۲۵ اگست ۲۵ء

کیا اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے؟

حامیان قتل مرتد کے دلائل پر نظر

مولوی شبیر احمد صاحب کی پیش کردہ آیت

(نمبر ۲۳)

(حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب بی اے کے قلم سے)

اب ہم قرآن شریف کی تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر نظر کر چکے ہیں۔ اور دیکھ چکے ہیں۔ کہ قرآن شریف اول سے لیکر آخر تک ضمیر کی آزادی کے اصول کو قائم رکھتا ہے اور کسی قسم کے جبر و اکراہ کی اجازت نہیں دیتا اسلامی تعلیم کے محل میں ہم مختلف دروازوں سے داخل ہو چکے ہیں۔ اور اس کے ایک ایک کونہ کو دیکھا ہے۔ کہیں بھی قتل مرتد کی تعلیم کی ذرہ بھر بھی تائید نہیں پائی جاتی۔ برخلاف اسکے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ تعلیم قرآن شریف کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ اور ایسی تعلیم کو قرآن جیسی کتاب کی طرف منسوب کرنا ایک ظلم عظیم ہے۔

اب مناسب ہے۔ کہ حامیان قتل مرتد کے دلائل کو بھی دیکھا جائے۔ کہ ان میں کہاں تک صحت اور درستی پائی جاتی ہے۔ سب سے پہلے میں مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی کے دعوے کو لیتا ہوں۔ وہ اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں۔ جو مرتد کے قتل پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن ایک آیہ کریمہ میں قتل مرتد کا حکم نہایت تصریح اور ایضاح کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے:- انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم جس کا ترجمہ مولوی صاحب اس طرح پر کرتے ہیں:-

"اے قوم بنی اسرائیل۔ تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ تو اب خدا کی طرف رجوع کرو۔ پھر اپنے آدمیوں کو قتل کرو۔"

اور مولوی صاحب اس آیت کی تفسیر اس طرح پر کرتے ہیں کہ قوم میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کو نہیں پوجا تھا۔ انہیں سے ہر ایک نے اپنے اس عزیز و قریب کو جس نے گوسالہ پرستی کی تھی اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اور اس آیہ کریمہ سے یہ استدلال کرتے ہیں۔ کہ چونکہ گوسالہ پرست مرتد ہو گئے تھے۔ اس لئے ان پر گوسالہ پرستی کے جرم میں یہ حد جاری کی گئی۔ کہ ان کو قتل کر دیا گیا۔ اور قرون خالیہ کے جن احکام و شرائع کو قرآن نے نقل کیا ہے۔ انکی پیروی و اتباع ہمارے لئے ضروری ہے جب تک کہ خاص طور پر ہمارے پیغمبر یا ہماری کتاب اس حکم سے ہم کو علیحدہ نہ کر دیں۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ ہم بھی اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے مرتدین کو قتل کر دیا کریں۔

پھر ساتھ ہی مولوی شبیر احمد صاحب یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ان مقتولین نے قتل سے پہلے توبہ بھی کی تھی۔ اور اس کی تائید میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ ولما سقط فی ایدیھم ورأوا انھم قد ضلوا قالوا لئن لم یرحمنا ربنا ویغفرلنا لنکونن من الخاسرین۔ "اور جب وہ نادم ہوئے اور معلوم کر لیا۔ کہ وہ راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔ تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہ فرمائے گا۔ اور ہم کو نہ بخشیگا۔ تو ہم ضرور خسارہ اٹھانیوالوں میں سے ہوں گے۔" مگر ساتھ ہی فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ وہ تائب بھی ہو گئے۔ مگر باوجود توبہ کے ان کو قتل کر دیا گیا۔ فرماتے ہیں۔ کہ ان مقتولین کی تعداد ہزاروں سے کم نہیں تھی۔ اور ان کو محض ارتداد کے جرم میں نہایت اہانت اور ذلت کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اور توبہ بھی ان کو خدائی سزا سے محفوظ نہ کر سکی۔ مولوی صاحب کے نزدیک قاتل وہ لوگ تھے۔ جو بنی اسرائیل میں سے اس گوسالہ پرستی میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ لیکن جو لوگ شریک ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک متنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑا گیا۔ اور باوجود توبہ کے سب کو ایک ہی دن میں قتل کر دیا گیا۔ نہیں نہیں میں بھول گیا۔ ایک کو چھوڑ دیا گیا۔ یعنی سامری کو باوجودیکہ وہ اس گوسالہ پرستی کا بانی مبانی تھا۔ قتل نہ کیا گیا۔ (بلکہ اس کو بجائے قتل کے بائی کاٹ کی سزا دی گئی۔ غالباً اس لئے کہ دوسرے تائب ہو گئے تھے اور یہ تائب نہیں ہوا تھا۔)

مولوی صاحب کی اس تفسیر پر پہلے تو میں یہ سوال کرتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ گوسالہ پرستوں کو قتل کرنے کا حکم ان لوگوں کو دیا کہ جو گوسالہ پرستی میں شریک نہیں تھے۔ یہ ان کو کس طرح معلوم ہوا۔ کہ بنی اسرائیل کے کیمپ میں دو گروہ تھے۔ ایک وہ جو گوسالہ پرستی میں شریک ہوئے۔ اور ایک وہ جو اس سے مجتنب رہے۔ ایسے گروہ کا نہ تو قرآن شریف سے پتہ چلتا ہے۔ نہ بائیبل سے۔

پس اگر مولوی صاحب اپنی تفسیر اور اپنے استدلال کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کا فرض ہے۔ کہ پہلے یہ ثابت کریں۔ کہ جس گروہ کو قتل کی سزا سے مستثنیٰ کیا گیا تھا۔ اور جن کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ گوسالہ پرستوں کو قتل کر دیں۔ وہ اس شرک میں شریک نہیں ہوئے تھے جب تک مولوی صاحب اس گروہ کے وجود کا یقینی اور قطعی ثبوت پیش نہیں کریں گے۔ ان کی تفسیر اس قابل نہیں۔ کہ اسکی طرف توجہ کی جاوے۔ اور ان کا استدلال سراسر باطل ہے۔

دور جانے کی ضرورت نہیں۔ خود وہ آیت جس سے انہوں نے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ ہر ایک گوسالہ پرست کو قتل کیا گیا تھا۔ اور صرف انہی لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا تھا۔ جو گوسالہ پرستی میں شامل نہ ہوئے تھے۔ ان کے معنوں کو رد کر رہی ہے۔ کیونکہ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ حکم انہی لوگوں کو دیا گیا تھا۔ جو گوسالہ پرستی کے مرتکب ہوئے تھے۔ اور وہی لوگ اس حکم کے مخاطب تھے۔

مولوی صاحب نے استدلال کرتے وقت آیت کے الفاظ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تو ان لوگوں پر جن کو فاقتلوا

انفسکم کا حکم دیتا ہے۔ یہ جرم لگاتا ہے۔ انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل۔ مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ فاقتلوا انفسکم کا حکم ان کو دیا گیا تھا۔ جنہوں نے اتخاذ عجل کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ اب مولوی صاحب فرمائیں۔ کہ ہم کس کو سچا سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کو یا مولوی صاحب کو؟ غرض اگر بغرض محال یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ گوسالہ پرستی کے وقت بنی اسرائیل کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک وہ جو اس فعل میں شریک ہوئے۔ اور دوسرے وہ جنہوں نے اس سے اجتناب کیا۔ تب بھی مولوی صاحب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ جس آیت میں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں وہی لوگ مخاطب ہیں۔ جو اس کارروائی میں شریک ہوئے تھے۔

پس مولوی صاحب کی یہ تفسیر کہ قاتلین وہ لوگ تھے۔ جو اس فعل میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ خود آیت قرآنی کے رو سے غلط ٹھیرتی ہے۔ اس لئے ان کا استدلال بھی باطل ٹھیرتا ہے۔ جب قاتل بھی گوسالہ پرستی میں شریک تھے۔ تو ان کو کیوں قتل نہ کیا گیا؟

زمیندار کی ناک پر داغ

۱۸ راگست کے مقالہ افتتاحیہ میں زمیندار نے الفضل کے خلاف بہت کچھ زہر اگلا ہے۔ اور ناحق و ناروا یہ الزام دیا ہے۔ کہ ہم اٹلی کے بمقابلہ افغانستان حمایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہم نے اٹلی کی ہرگز کوئی حمایت نہیں کی۔ بلکہ متعدد مرتبہ یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ پیرنو نے جو کسی افغانی کو مار دیا تو اس کے قصاص میں جو اسے قتل کئے جانے کا حکم افغانی عدالت نے دیا۔ یہ بالکل درست تھا۔ اور ہے۔ البتہ ہم یہ ضرور کہتے ہیں۔ اور کہینگے۔ کہ خونبہا لے کر پھر بھی پیرنو کو قتل کر دینا بالکل ناجائز امر ہے۔ اور کسی آیت یا حدیث یا فقہی عبارت سے اسکی تائید نہیں ہوتی۔ جو لوگ افغانستان کے خیر خواہ بنتے ہیں۔ انہوں نے بھی اس فعل ناروا کی کوئی قابل تسلیم توجیہ نہیں کی۔ بلکہ اپنے اضطراب سے اپنی بطالت پر مہر لگا دی۔ کبھی تو یہ لکھا۔ کہ خونبہا رعیت کے ایک فرد نے لیا۔ اور گورنمنٹ کا حق ابھی باقی تھا۔ گویا دیت کے وقت گورنمنٹ موجود نہ تھی۔ اور کبھی یہ لکھا۔ کہ خونبہا لیکر چھوڑ دیا۔ اور پھر دوسرے جرم میں قتل کیا۔ مگر یہ نہیں بتاتے۔ کہ خون بہا لیکر پھر قید میں ڈال دینا یہ کونسا اسلام ہے۔ خود زمیندار اپنے مقالہ افتتاحیہ میں لکھتا ہے:۔

"اس بنا پر اعلیٰ حضرت نے ازراہ مراحم خسروانہ پیرنو سے خونبہا لیکر موت کی سزا معاف کر دی۔ اسکے بعد پیرنو قید رہا۔ (ابھی معافی دی۔ خون بہا لیا۔ اور پھر قید بھی کر دیا) وہ سازش کر کے قید خانہ سے بھاگ گیا۔ یہ دوسرا جرم تھا۔ اسی جرم کی پاداش میں اسے قانون کے مطابق قتل کیا گیا۔ لہٰذا یہاں زر فدیہ کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔

مگر اسی صفحہ کے تیسرے کالم میں لکھتا ہے۔

"ایک اطالوی انجنیر پیرنو کو حکومت افغانستان نے جرم قتل کی پاداش میں سزائے موت دیدی۔ اس پر اٹلی کا خدائی فوجدار مسولینی اسقدر مشتعل ہو گیا"۔

ملاحظہ فرمایئے ہر دو عبارتوں کے تناقض و تضاد کو۔ یا تو اس بات پر زور دیا جا رہا تھا۔ کہ یہ سزائے موت۔ جرم قتل کی پاداش میں نہیں۔ بلکہ جیل سے بھاگ جانے کی پاداش میں حسب قانون افغانستان ہے۔ حالانکہ اس قانون کا اصل حوالہ زمیندار نہیں دے سکتا۔ یا اب یہ لکھدیا۔ کہ اطالوی انجنیر کا قتل جرم قتل کی پاداش میں ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ کوئی بات بنائے بن نہیں سکتی۔ اسلئے بہکی بہکی سی باتیں کی جا رہی ہیں۔ اور چونکہ زمیندار بقول خود روایتی مرد ہے۔ اسلئے شرم کی کیا مجال کہ سامنے آئے۔ پھر ذرا زمیندار کا دفتری رنگ بھی ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ "مسلمان فرمانروا کے خود دارانہ الفاظ نے اٹلی کے اس مچھے وزیر اعظم کا دماغ درست کر دیا۔ چنانچہ اب اس کی گردن خم ہو چکی ہے"۔

اس گردن کے خم ہونے کی تفصیل بھی زمیندار ہی کے الفاظ میں سنیئے "(۱) افغانی سفراء کی دعوت نہ ہے آخری وقت پر منسوخ کی (۲) اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ بنک آف افغانستان (و) افغانی اسلحہ کے ایک جہاز پر قبضہ کر کے اپنی دیوانگی (زبردستی؟) کا پورا پورا ثبوت بھی مہیا کر دیا" (زمیندار۔ ۱۸ راگست کالم ۴)

چنانچہ اٹلی کے اسطرح سے "گردن خم کر دینے" پر اعلیٰ حضرت تاجدار افغانستان نے لرزہ براندام ڈالنے والی آواز میں کڑک کر فرمایا۔ "ہم نے جو کچھ کیا درست کیا اور ہم کسی تلافی کیلئے آمادہ نہیں"۔

ماشاء اللہ چشم بد دور بقول زمیندار

"افغانستانی فرمانروا کے خود دارانہ الفاظ نے اٹلی کے سر پھرے وزیر اعظم کا دماغ درست کر دیا"

اگر دماغ درست نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ یہ بھی زمیندار نے اپنی خاص عنایت سے ہمیں بتا دیا ہے۔

"افغانستان نے تہیہ کر لیا تھا۔ کہ اگر مسولینی اپنی ضد پر قائم رہا۔ تو اٹلی سے تمام تعلقات منقطع کر لئے جائینگے۔ افغانستان سے اطالوی باشندے نکال دیئے جائینگے۔ اور اطالوی سفارت سے مقاطعہ کر لیا جائیگا۔ اسلئے مسولینی کیلئے اسکے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔ کہ اپنی حماقت پر پشیمان ہو۔ اور انسانیت کی طرف عود کر آئے"۔

"حماقت پر پشیمانی اور انسانیت کی طرف عود کر آنے" کی تفسیر ہم حسب معمول زمیندار ہی کی زبان سے سننا چاہتے تھے۔ چنانچہ ۱۸ راگست کے متصل ۱۹ راگست کے پرچے میں آپ یہ تار شائع فرماتے ہیں۔ کہ

"اطالیہ اور افغانستان کے درمیان سیاسی کشیدگی کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ اور اسکا اعلان ہو چکا ہے۔ کہ اطالوی سفیر کابل سے چلا گیا۔ اور سفیر کابل روما سے واپس چلا آیا ہے"

زمیندار نے جو عمارت کھڑی کی تھی خود ہی ڈھا دی۔ یہ نئی بات نہیں بلکہ باوجود اس کے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ زمیندار ہم پوچھتے ہیں۔ "اٹلی نے افغانستان کے خلاف کیا کارروائی کی؟ کیا افغانستان نے پیرنو کا خونبہا واپس دیدیا؟" ۱۸ راگست کا آرٹیکل ہے کہ کابل سے مگر اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

کیا افغانستان نے بنک آف افغانستان کا ضبط شدہ روپیہ اٹلی سے واپس لے لیا۔ افغانی اسلحہ کے ضبط شدہ جہاز کو واپس لے لیا؟ کیا اس فعل کا جواب یہی قول ہے۔ جو اسی خبر کے متصل آپ نے رقم فرمایا۔ کہ "ہم (افغانستان) نے جو کچھ کیا۔ درست کیا۔ اور ہم کسی تلافی کے لئے آمادہ نہیں"۔

اور کمال ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ کہ زمیندار اسپر لول رائے زنی فرماتا ہے۔ کہ "مسلمان فرمانروا کے خود دارانہ الفاظ نے اٹلی کے اس سر پھرے وزیر اعظم کا دماغ درست کر دیا"۔

کچھ سمجھ نہیں آتا کہ بنک ضبط کرتا ہے اٹلی۔ افغانی اسلحہ ضبط کرتا ہے اٹلی۔ اور اسکے جواب میں تاجدار افغانستان فرماتے ہیں "ہم نے جو کچھ کیا درست کیا۔ اور ہم کسی تلافی کے لئے آمادہ نہیں"۔ اور زمیندار اٹلی کے وزیر اعظم کو سر پھرا قرار دیتا ہے۔ اور "ہم" و "تم" کی تمیز خود بدولت کو نہیں۔ کوئی ہمیں بتلائے۔ کہ سر پھرا کون ہے۔ شاید بنک اور اسلحہ کا جہاز ضبط کرنا ہی قابل ستائش کارنامہ ہو جسے فخر سے بیان کرنا چاہیئے۔ لیکن اس سے تو یہ بہتر تھا۔ کہ زمیندار لکھ دیتا۔ تاجدار افغانستان نے اپنی روایتی فیاضی سے کام لیکر گدائے اٹلی کو افغانی بنک اور اسلحہ کا جہاز دیدیا۔

آخیر میں ہم زمیندار سے اپنے اس مطالبہ کو دہراتے ہیں۔ کہ وہ دکھائے ہم نے وہ سطور کہاں لکھی تھیں۔ جو ۲۸ رجولائی کے زمیندار میں "نشانوں" سے ہماری طرف منسوب کیں۔ اور کب ہم نے یہ لکھا۔ کہ پیرنو کو قصاص میں قتل کر دینے کا حکم ناروا تھا۔ ہم نے تو صرف یہ لکھا تھا اور لکھ رہے ہیں۔ کہ خونبہا قبول کر کے پھر بھی قتل کر دینا اسلامی احکام کی خلاف ورزی اور محض روپے کے لالچ میں مذہب اسلام کو بدنام کرنا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

عسر ہو یسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوت اسلام نہ ہو

از حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

فرمودہ ۱۴ اگست ۱۹۲۵ء

چونکہ میرے گلے میں کچھ تکلیف ہے۔ میں زیادہ بول نہیں سکتا۔ مختصراً میں ایک ایسے معاملے کے متعلق کہ جو زندگی اور موت کا سوال ہو رہا ہے۔ اور جماعت کے لوگ اس سے بے پرواہ ہو رہے ہیں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ سوال تبلیغ کا سوال ہے۔

تبلیغ کی اہمیت

قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ وہ قوم زندہ نہیں رہتی۔ اور وہ قوم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جو اپنی مذہبی اور دینی حیثیت قائم نہیں رکھتی۔ اور ہرگز وہ اپنے اخلاق کو اس وقت تک درست کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ وہ قوم تبلیغ میں مشغول نہیں ہوتی۔ ہمارا سارا کام اسی نقطہ کے گرد چکر کھاتا ہے اور اسی مرکز کے گرد گھوم رہا ہے۔ ہماری اور دوسروں کی اصلاح کا ذریعہ یہی ہے۔ ہماری اور دوسروں کی فلاح اسی کے ذریعہ ہے۔ وہ واحد غرض بھی کہ خدا تعالیٰ کے جلال کو پورے طور پر دنیا میں ظاہر کیا جائے۔ اسی سے پوری ہو سکتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں مسیح موعودؑ شیطان کو قتل کرے گا۔ یہ بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ مسیح موعود کے وقت تبلیغ و اشاعت کا کام بڑے زوروں سے شروع کیا جائے گا۔ اور تبلیغ ہی ایک ہتھیار ہوگا۔ جو فی الواقع شیطان کو قتل کرنے کے کام آئے گا۔ اگر ہم اس کو استعمال کریں۔ تو یہی وہ ہتھیار ہوگا۔ جو ایک ہی وار میں ان تمام مقاصد کو پورا کر جاتا ہے۔ اگر ہم اس کو چلائیں۔ تو ایسا ہتھیار ہمارے نفسوں کی بھی اصلاح کرتا چلا جاتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی اصلاح پانے کے قابل بناتا ہے۔ وہ تبلیغ کی تلوار جو ہمارے ہاتھوں میں ہے ہمارے لئے ہلاکتوں کے دروازوں کو بند کرتی ہے۔ اور اس آگ کو دور کرتی ہے۔ جو ہمارے ارد گرد ہوتی ہے۔ کیونکہ جو شخص بھی ہماری تبلیغ سے متاثر ہو کر سچائی کو قبول کرتا ہے بیشک وہ ہدایت تو پاتا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ آگ بھی جو ہمارے گھر کے پاس تھی۔ اور بھی دور چلی گئی۔

تبلیغ سے ہماری غفلت

تبلیغ ہی سے خدا کا جلال دنیا میں ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ اور تبلیغ ہی سے شیطان کا سر بھی کچلا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہماری جماعت کے افراد اس بارے میں غافل ہو رہے ہیں۔ اور اس کی طرف اتنی توجہ نہیں کرتے۔ جتنی کہ اس طرف چاہیئے۔ اگر دس پندرہ شخصوں نے اتنی بڑی جماعت میں سے اس طرف خیال کر لیا۔ تو کیا کر لیا۔ اتنی بڑی عمر جماعت کیلئے دس پندرہ ہوئے ہی کیا؟

یہ مبالغہ نہیں

میں جب یہ کہتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت کے دس پندرہ آدمی ہی صرف اس کام کی اہمیت سمجھتے اور اسے کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تو یہ مبالغہ نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت الامر یہی ہے۔ کہ ہماری جماعت کے افراد اس طرف سے غافل ہیں۔ اور دس پندرہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ جو تبلیغ میں مصروف ہیں۔ حالانکہ تبلیغ ایک فرض ہے۔ جو ہر ایک کے ذمہ ہے۔ اور ہماری جماعت تو اور بھی اس ذمہ داری کے نیچے ہے۔

قومی اور انفرادی فرض

ایک فرض قوم پر فرض ہوتے ہیں۔ وہ ایک آدمی کے کرنے سے پورے ہو جاتے ہیں۔ ان فرضوں میں سے اگر کسی ایک فرض کو کوئی ایک آدمی بجا لایا۔ تو سمجھا جائیگا کہ اس قوم نے اس فرض کو پورا کر دیا۔ لیکن جو فرض افراد پر ہوتے ہیں۔ وہ افراد کے ہی کرنے سے پورے ہوتے ہیں اور کوئی شخص دوسرے لوگوں کے کرنے سے ان سے نجات نہیں پا سکتا۔ مثلاً نماز ہے۔ اب یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک کی جگہ دوسرا پڑھ لے۔ تو وہ بھی اس سے سبکدوش ہو گیا۔ ایسا ہی کوئی شخص یہ کہہ کر نجات نہیں پا سکتا۔ کہ زید اور بکر تبلیغ کر رہے ہیں۔ یا ہمسائے تبلیغ کر رہے ہیں۔ یا بیوی تبلیغ کر رہی ہے۔ یا بچے تبلیغ کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ تو ہر ایک پر یکساں فرض ہے۔ جس طرح زید پر اس فرض کا بوجھ ہے۔ اسی طرح بکر پر بھی فرض ہے۔ جس طرح بیوی اس کے کئے بغیر اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح خاوند بھی جب تک اسے نہ کرے۔ اس سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ غرض یہ سب پر فرض ہے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ پس اس صورت میں کہ جب یہ ہر ایک پر فرض ہے۔ اور جب کہ اس زمانہ میں اس کی از حد ضرورت ہے۔ اگر دس پندرہ فیصدی یا اس سے بھی کم لوگ تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ اور باقی اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ تو ان میں سے ہر ایک یہ سمجھ لے۔ کہ وہ ایک گناہ میں مبتلا ہے۔ اور ایک حکم صریح کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اور شیطان کے دروازے کھول رہا ہے۔ کہ وہ ہمیں غفلت میں پا کر ہلاک کر دے۔

دنیا کی آگ بجھاؤ

اگر کسی گھر یا کسی گاؤں کو آگ لگ جائے تو چند لوگ ہی کیا اسے بجھانے کے لئے دوڑتے ہیں۔ یا کیا اس آگ کا بجھانا صرف مردوں تک ہی محدود ہے؟ نہیں بلکہ سب زن و مرد ہی اس آگ کو بجھاتے ہیں۔ اور سب کے سب اس کام کو کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی جو کہ اس وقت چیخ رہا ہوتا ہے۔ وہ بھی آگ بجھانے میں مصروف ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی چیخیں بھی کئی آدمیوں کو بلا رہی ہوتی ہیں۔ مگر کیا یہ افسوسناک بات نہیں ہے۔ کہ جس گھر کی حقیقت چند مرلہ زمین اور یا بہت چند روپیہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اسے اگر آگ لگ جائے تو اس کے بجھانے کیلئے تو کیا عورت اور کیا مرد۔ کیا بچے اور کیا بڑھا سارے کے سارے لگ جاتے ہیں۔ لیکن اس دنیا میں جو آگ لگی ہوئی ہے۔ اس کے لئے وہ کوشش نہیں کی جاتی جو ایک معمولی سے گھر کے لئے کی جاتی ہے۔

خود کوشش کرنی چاہیئے

دوسرے لوگوں کو چھوڑ دو۔ اور اپنی طرف نگاہ کرو۔ اور اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو۔ ہمارے ذمے یہ فرض ہے کہ ہم ہر وقت تبلیغ میں لگے رہیں۔ بہت سے لوگ ہیں۔ جو یہ کافی سمجھتے ہیں۔ کہ ان کو ہم ایک مبلغ بھیج دیں۔ اور وہ خود کچھ نہ کریں۔ میں نے کبھی کسی گھر کے لوگوں کو یہ کہتے نہیں سنا کہ ادھر تو ان کے گھر کو آگ لگی ہوئی ہو۔ اور ادھر وہ چارپائیوں پر باہر بیٹھے ہوئے ہوں اور افسوس کرتے ہوں۔ کہ محلے والے نہ آئے۔ کہ اس آگ کو بجھایا جاتا۔ بیشک وہ افسوس بھی کرتے ہیں۔ لیکن تب جب وہ خود اس کو بجھانے کی پوری کوشش کر رہے ہوں۔ اور اس کام میں ہمہ تن مصروف ہوں مگر ایسا تو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ کہ خود تو ہاتھ پاؤں نہ ہلائیں اور سامنے گھر کو آگ لگ رہی ہو۔ اور وہ جل کر خاک سیاہ ہو رہا ہو۔ اور وہ دوسروں پر گلہ کریں۔ کہ محلے والے ہماری مدد کو نہ آئے۔ محلے والے مدد کو کیا آئیں جب وہ خود ہی کچھ نہیں کر رہے۔ تو کسی کو کیا احساس ہو سکتا ہے۔ کہ فی الواقع تمہیں اس سے درد پیدا ہو رہا ہے۔ ایسے لوگ اگر خود کچھ کریں تو ہی لوگوں کو پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ ان کو اس آگ لگنے کا درد ہے۔ اور وہ مدد کو آ سکتے ہیں۔ لیکن جب یہ خود ہی محسوس نہیں کرتے۔ جب خود ہی انہیں اس آگ کا درد

نہیں پیدا ہوتا۔ جب خود ہی اس آگ کو دیکھکر ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتے۔ تو پھر دوسرا اگر مدد کو نہیں پہنچتا۔ تو اس کا گلہ کیا۔ ایسے لوگوں کی مثال تو ان سستوں کی طرح ہے جن کا حال کسی دانا شخص نے لطیفہ کے طور پر بیان کیا ہے ؎

دو سست آدمیوں کی کہانی اور اس سے سبق

کہتے ہیں۔ ایک شخص سپاہی تھا۔ سرکاری کام کے لئے کہیں سفر پر جا رہا تھا۔ سڑک کے پاس سے جو گذرا۔ تو اسے کسی نے آواز دی میاں راہ گذر! ذرا ادھر آنا۔ اس پر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کہ کہاں سے آواز آئی۔ تو اسے ایک جگہ ایک آدمی لیٹا ہوا نظر آیا۔ وہ سپاہی اس آواز پر اس کے پاس پہنچا۔ تو اس آواز دینے والے نے کہا۔ کہ میاں میری چھاتی پر بیر پڑا ہے۔ ذرا اٹھا کر اسے میرے منہ میں ڈال دینا۔ قدرتاً ایسے کاموں پر انسان کو غصہ آجاتا ہے۔ سپاہی کو بھی اس پر غصہ آگیا۔ اور وہ اس پر ناراض ہونے لگا۔ پاس ہی ایک اور شخص لیٹا ہوا تھا۔ وہ بول اٹھا۔ کہ میاں تم ناراض کیوں ہوتے ہو۔ تم نے اس کی سستی کا ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔ یہ تو بڑا ہی بے ہمت شخص ہے۔ ساری رات کتا میرا منہ چاٹتا رہا۔ لیکن اس نے "ہشت" تک نہ کہا۔ اور اسے ہٹایا تک نہیں۔ یہ سن کر وہ سپاہی ان کو چھوڑ کر وہاں سے چلدیا۔ بظاہر یہ لطیفہ ہے۔ لیکن یہ لطیفہ نہیں یہ نقطہ ہے۔ اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اس لطیفہ میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ بعض لوگ ایسے سست ہوتے ہیں کہ کھانا ان کے پاس دھرا ہے۔ لیکن وہ اس انتظار میں ہیں کہ کوئی آئے۔ اور لقمے ان کے منہ میں ڈالے۔ ایسے لوگ دوسروں کو بتاتے ہیں۔ کہ تم آکر بیر ہمارے منہ میں ڈال دو۔ اور خود یہ نہیں کر سکتے۔ کہ بیر کو اپنی چھاتی پر سے اٹھا کر منہ میں ڈال لیں۔ کیا یہی مثال ان لوگوں پر چسپاں نہیں ہوتی جو تبلیغ میں مشغول نہیں۔ کہ ان کی بغل میں تو دشمن ہے۔ اور وہ یہاں چٹھی لکھدیتے ہیں۔ کہ ہمیں مبلغ بھیجدو۔ اور سمجھ لیتے ہیں کہ کوئی آنے جانے والا یہ کام کرے گا۔ حالانکہ یہ کام ان کا اپنا ہے۔ ان کو چاہیئے۔ کہ وہ دشمن کے لئے اپنے آپ کو خود تیار کریں۔ ایسے لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے۔ کہ دور سے جانے والا تو ایک ہی دفعہ بیر ان کے منہ میں ڈال سکتا ہے۔ اور ایک ہی دفعہ ہشت کر کے کتے کو پرے ہٹا سکتا ہے۔ لیکن ہمیشہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ اسی بات پر رہیں گے۔ کہ کوئی اور ہی آئے۔ اور بیر ہمارے منہ میں ڈالے۔ اور ہشت کر کے کتے کو پرے ہٹا دے۔ تو اس کے ایک دفعہ ایسا کرنے کے بعد کون ہوگا۔ جو ان کے لئے ہمیشہ یہ کام کرے گا۔ اسے لطیفہ نہ جانو۔ یہ لطیفہ نہیں۔ یہ نقطہ ہے۔ اور نقطہ بھی نقطۂ معرفت جو کسی دانا اور عقلمند انسان نے بیان کیا ہے۔ اور لوگوں کی عقل پر سے پردہ اٹھانے کے لئے یہ اچھی تدبیر اختیار کی ہے ؎

ہر وقت مرکز کی مدد نہیں ڈھونڈنی چاہیئے

میں دیکھتا ہوں۔ کہ بعض لوگ جب قادیان کی طرف سے کوئی آدمی ان کے پاس نہیں پہنچتا تو بڑے پریشان ہو کر کہتے ہیں۔ افسوس قادیان والوں پر کہ ہماری خبر بھی نہیں لیتے۔ مگر افسوس ان پر ہے۔ کہ بیروں کا تھال تو ان کے سامنے پڑا ہے۔ لیکن خود اٹھا کر کھا نہیں سکتے۔ اور افسوس کرتے ہیں۔ کہ قادیان کی طرف سے کوئی نہیں آیا جو ان کو ہمارے منہ میں ڈالتا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ بعض دفعہ مبلغین کی ضرورت بھی پڑ جاتی ہے۔ اور مرکز کی مدد کی بھی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن ہر وقت مرکز کی طرف نگاہ رکھنا کہ وہاں سے ہی کوئی آدمی آئے۔ تو یہ کام ہو۔ بالکل نامناسب ہے۔ اور نااہل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ بیشک بعض میوے سخت ہوتے ہیں۔ جو ہاتھ سے نہیں ٹوٹتے بلکہ پتھر سے توڑے جاتے ہیں۔ لیکن ہمیشہ ہمیشہ جو دوسرے آدمیوں کا منہ دیکھتے ہیں۔ وہ نہ ہاتھوں سے کسی میوہ کو توڑ سکتے ہیں۔ اور نہ پتھروں سے۔ ہماری جماعت کو ایسا نہیں چاہیئے۔ بلکہ اس کے لئے تو یہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ ہر میوہ کو توڑنے والی بنے۔ خواہ وہ میوہ ہاتھ سے ٹوٹے اور خواہ پتھر سے۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ ہماری جماعت کے لوگ عام طور پر اس بات پر کاربند ہو رہے ہیں کہ ذرا ضرورت پڑی۔ تو جھٹ قادیان مدد کے لئے لکھ دیتے ہیں۔ اور خود اپنے آپ کو اس قابل بنانے کی کوشش نہیں کرتے۔ کہ اپنی ضرورتوں کو آپ پورا کر سکیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ کام ہمارے اپنے کرنے کا ہے۔ یہ نقص ہے جس سے ہم شیطان کا سر کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور یہ کمی ہے۔ جس کے باعث ہم خدا کا جلال دنیا میں پورے طور پر ظاہر نہیں کر سکے۔ پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ ایسے ایسے موقعوں پر جب کہ انہیں کسی غیر کی مدد کی حاجت محسوس ہوتی ہے۔ خود کام کرنے کی اہلیت پیدا کریں۔

بارش کے قطروں کی طرح سب دنیا کو گھیر لو

تبلیغ کیا ہے۔ میں نے ایک مثال کے ذریعہ بتایا تھا۔ کہ وہ ایک ایسا وجود ہے۔ کہ اس کی مثال نالی کی سمجھ لو۔ جو تھوڑی دور جا کر خشک ہو جاتی ہے۔ ریتلے میدان سے ایک نالی نکال کے لے جاؤ تھوڑی دور جا کر وہ خشک ہو جاتی ہے۔ اور ریت ہی میں جذب ہو جاتی ہے۔ لیکن کتنی بڑی ریت ہو۔ آسمان سے گرنے والا پانی دریا بہا دیتا ہے۔ اور نہ خشک ہوتا ہے۔ اور نہ جذب ؎

پرسوں میں کشتی میں سیر کے لئے گیا۔ میرے ساتھ میری چھوٹی لڑکی تھی۔ اس نے پوچھا۔ کہ یہ پانی کہاں سے آیا۔ مینہ تو قطرہ قطرہ برستا ہے۔ پھر یہ اتنا پانی کدھر سے آگیا۔ تو یہ بارش ہی کا کام ہے۔ کہ باوجود اسکے کہ وہ قطرہ قطرہ گر کے برستی ہے۔ مگر پھر بھی دریا بہا دیتی ہے۔ ایک انچ اگر بارش ہو۔ تو ایک میل تک چھ گز اونچا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ یہاں نشیب جگہ ہے۔ اس لئے وہ سارا پانی یہاں جمع ہو جاتا ہے۔ تو یہ بارش ہمارے لئے نمونہ ہے۔ کہ کس طرح وہ گڑھوں کو بھر دیتی ہے۔ اور کس طرح وہ خشک، اور ریتلے میدانوں میں دریا بہا دیتی ہے ؎

ہماری جماعت کے افراد کی بارش کے قطروں کی مثال ہے۔ اور مبلغ کی نالی کی۔ کتنی چوڑی بھی نالی ہو۔ وہ سیراب نہیں کر سکتی۔ لیکن بارش کے قطرے چونکہ ہر جگہ پر گر رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے دریا تو دریا طوفان نوح کا نظارہ بھی پیش کر سکتے ہیں۔ بیشک، زمین کو سیراب کرنے کے لئے کنوؤں اور نہروں وغیرہ سے بھی پانی بہم پہنچایا جاتا ہے۔ لیکن کنوئیں اور نہریں وہ سیرابی نہیں کر سکتے۔ جس طرح کہ بارش کا پانی۔ نہر کے پانی کی اگر فضیلت ہے۔ تو یہ ہے۔ کہ وہ اپنے اختیار میں ہوتے ہیں۔ جب چاہے لیا۔ اور جتنا چاہا برت لیا۔ لیکن تاہم اس کو وہ درجہ حاصل نہیں جو بارش کے پانی کو ہے۔ اور اگر بارش کا پانی بھی اختیار میں ہوتا۔ تو پھر نہروں کو کوئی پوچھتا بھی نہ ؎

ہماری بارش رکی ہوئی ہے

افراد کی تبلیغ بارش سے مشابہت رکھتی ہے۔ لیکن ہماری بارش رکی ہوئی ہے۔ اور اس بارش کے لئے درد دل اور نیت کی ضرورت ہے۔ اگر دلوں میں یہ درد پیدا ہو جائے۔ کہ دنیا پیاسی ہے۔ اور اسے سیراب کرنا ہے۔ اگر یہ نیت پختہ ہو جائے۔ کہ دنیا کے ریتلے میدانوں میں دریا بہا دینے ہیں اور افراد جماعت پانی بن جائیں۔ اور پانی بھی وہ پانی جو آسمان سے برستا ہے۔ تو پھر چند ہی دنوں میں دیکھ لوگے کہ کس طرح جل تھل ہو جاتا ہے۔ اور کس طرح سبزہ ہی سبزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ اس طرح نہیں ہوگا کہ لوگ خود تو بیٹھے رہیں اور دوسروں کا منہ دیکھا کریں۔ بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے۔ کہ وہ بارش کی طرح گرنا شروع ہو جائیں۔ اور دنیا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑیں۔ جو ان کی سیرابی سے باہر رہ جائے

بیٹھا ہوا بادل برستا نہیں

بعض جگہ لوگوں نے کوششیں کی ہیں اور نتائج بھی اچھے نکلے ہیں۔ بعض جگہ ایک آدمی کام کرنے والا پیدا ہوا۔ اس کی کوشش سے وہاں جماعت پیدا ہو گئی۔ اور سینکڑوں

ہزاروں آدمی سلسلے میں داخل ہوگئے۔ لیکن یہ ایسی باتیں نہیں جو دنیا کی پیاس بجھانے والی ہوں۔ دنیا کی پیاس تو اسی سے بجھ سکتی ہے۔ کہ افراد جماعت بارش کے قطروں کی طرح اسکو گھیر لیں اور اس کے گوشہ گوشہ کو سیراب کردیں۔ پس جو لوگ اس فرض کو نہیں پہچانتے۔ وہ غفلت کر رہے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ان میں سے ہر شخص جو کوتاہی کر رہا ہے۔ وہ بادل کو پھاڑتا ہے۔ اور یہ یاد رکھو۔ کہ بادل جب پھٹا۔ تو بارش نہیں ہوتی۔ کیونکہ بادل کا پھٹنا اس بات کی دلیل ہوتی ہے۔ کہ اب بارش نہیں ہوگی۔ اسی طرح جس جماعت کے بعض افراد تو کام میں مشغول ہوں۔ اور بعض سستی کر رہے ہوں۔ وہ جماعت کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اور نہ ہی دوسروں کے لئے فائدہ رساں بن سکتی ہے پس ہماری جماعت کے افراد کو چاہیئے۔ کہ وہ سستی کرنے والے نہ بنیں۔ بلکہ کام کرنے والے بنیں۔ کیونکہ کام کرنے والے انسان زمین کے سیراب کرنے والے بارش کے بادل ہوتے ہیں۔ جو گھٹا ٹوپ اٹھتے ہیں۔ اور تمام دنیا پر چھا جاتے ہیں۔ اور یہی ہوتے ہیں کہ جن سے کھیتیاں اگتی ہیں یہی ہوتے ہیں کہ جن سے سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ پس ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ ایسے بادل بننے کی کوشش کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اھدنا الصراط المستقیم کی دعا جو ہر نماز میں مانگتے ہیں۔ کہ اے خدا تو سب کو ہدایت دے وہ بھی پوری ہوسکتی ہے۔ اگر سب کے سب تبلیغ میں لگ جائیں تو یہ دعا ضائع نہ جائے۔ کیونکہ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ساتھ ساتھ اسباب سے بھی کام لیا جائے۔

انگریزی خواں طبقہ توجہ کرے

میں ایک عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ لٹریری اور ادبی مذاق ہماری جماعت سے ویسے ہی اڑا جارہا ہے۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ گویا اس لحاظ سے وہ مردہ ہوئی چلی جاتی ہے۔ میں نے انگریزی خوانوں کو متواتر کہا۔ کہ وہ مضمون لکھیں۔ لیکن وہ اس پر توجہ نہیں کرتے۔ میں محکموں کو بھی اس سے بری نہیں کرسکتا۔ ان کا کام یہ بھی ہے۔ کہ وہ مضمون لیں۔ لیکن تعلیم یافتہ طبقہ پر کچھ ایسی جمود اور موت کی حالت طاری ہے۔ کہ وہ یہ دیکھکر بھی کہ اعتراض پر اعتراض ہو رہے ہیں بالکل خاموش رہتے ہیں۔ لیکن قادیان والے تو بالکل ہی اس بات کی طرف نہیں آتے۔ ان دنوں تقریباً ڈیڑھ سو آرٹیکل ہمارے متعلق مختلف انگریزی اخباروں میں نکلے ہونگے۔ لیکن نہ باہر کے لوگوں نے اور نہ قادیان والوں نے کوئی ان کا جواب دیا۔ حالانکہ اس کے متعلق کچھ لکھنا بہت ضروری تھا۔ باہر کے ایک دو دوستوں نے بے شک اس طرف توجہ کی۔ اور ان میں سے بعض مضامین کے جواب لکھے۔ لیکن جب تک تمام کے تمام اس کام کی اہمیت رکھنے والے ادھر رخ نہ کریں کچھ بھی نہیں ہوسکتا لیکن

ہمارے انگریزی خواں طبقہ کو اس بات کی کوشش کرنا چاہیئے اور اپنی خداداد قابلیتوں کو استعمال میں لانا چاہیئے۔ ورنہ یہ حالت تو موت پر دلالت کرنے والی ہے۔

میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے تو وہ چپ رہے یا دکان کا مال اٹھا لے جائے اور وہ شور نہ مچائے۔ حضرت مسیح موعودؑ ہمارے باپ ہیں۔ ان پر لوگ آوازیں کستے ہیں۔ اور ان پر اور ان کے عقائد پر گندے گندے اعتراض کرتے ہیں۔ تو کیا ایسی واہیات باتیں گالی کے برابر نہیں جو تم سب خاموش ہو۔ پھر بہاں تو فی الواقع گالیاں دی بھی گئیں ہیں تو ان باتوں سے بہ نسبت گالیوں کے زیادہ غیرت ہونی چاہیئے۔

تین چار سال سے میں کوشش کر رہا ہوں۔ کہ لوگ ایسے مضامین لکھیں۔ کالج کے لڑکوں کو بھی میں نے مقرر کیا۔ وہ مخلص بھی ہیں۔ کام کرنا بھی چاہتے ہیں۔ اور کام کرنے کی اہلیت بھی ان میں ہے۔ لیکن وہ کرتے کچھ نہیں۔ اور سستی میں پڑے رہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمود ہے۔ اور یہ مرجھائی ہوئی طبیعتیں ہیں۔ حالانکہ وہ مومن ہیں اور مومن مردہ نہیں ہمیشہ زندہ ہے۔

نبیوں کے انعامات کی وارث نبیوں کی جماعتیں بھی ہوتی ہیں

نبیوں کی جماعتوں کی زبان اور تحریر کو بھی خدا تعالیٰ تیز کر دیتا ہے۔ اور یہ انعام نبی کے ذریعے اس کی امت کو ورثہ میں ملتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سامنے عذر کرتے ہیں۔ کہ زبان نہیں چلتی۔ فرعون کے سامنے کیسے جاؤں۔ ہارون کو بطور مددگار دے دیجئے۔ نبی جھوٹا انکسار نہیں کیا کرتے جو یہ سمجھ لیں کہ حضرت موسیٰؑ نے ازراہ انکسار ایسا کہا ہو۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ واقع میں وہ کمزوری محسوس کرتے ہونگے۔ نبی ہمیشہ سچ مچ کا انکسار کیا کرتے ہیں۔ وہ بناوٹ کے طور پر ایسا نہیں کرتے۔ اور نہ ہی کسی خوف کے سبب انہیں ایسا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں فی الواقع ہی کمزوری ہو تو وہ پیش کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں کہ کمزوری تو کوئی ہو نہ اور وہ یونہی اپنے آپ کو کمزور ٹھیراتے پھریں۔ غرض وہی موسیٰ جو زبان نہ چلنے کا عذر کر رہے تھے اور ہارون کو بطور مددگار مانگ رہے تھے۔ حرام ہے جو ایک لفظ بھی پھر ہارون کو بولنے دیا ہو۔ وہ ہارون جن کو مدد کے لئے مانگ رہے تھے۔ جب مل گئے۔ تو ان کو موسیٰؑ نے بولنے بھی نہ دیا۔ اور سارا کام اپنا ہی کیا تو اس سے سمجھ آتا ہے۔ کہ تحریر اور زبان نبوت کا انعام ہیں۔ اور نبی کے ساتھ اس کی جماعتوں کو بھی یہ انعام ملتے ہیں۔ اپنی طرف ہی دیکھ لو کہ کس طرح تم انعامات

کے وارث بنائے گئے ہو جو انعامات کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کی طرف سے پائے۔ تم میں کیا ہے کہ تم سب پر بھاری ہو۔ یہی کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامات کے وارث ہو۔ مولوی بھی ڈرتے تھے کہ مرزائیوں کی زبان تو قینچی کی طرح چلتی ہے۔ ان کے ساتھ بات نہ کرو۔ مرزائی باتوں میں تو کسی کو درنہیں آنے دیتے۔ اور پھر ہم تو اس نبی کی امت ہیں کہ جس کے الفاظ کے علاوہ معانی کو بھی معجزہ قرار دیا گیا ہے۔ جسے تو در کنار دیکھو تو قرآن جیسی عبارت بھی تو کوئی پیش نہیں کرسکتا۔ پھر اس وقت بھی جو آنے والا نبی تھا۔ اس کو بھی یہ معجزہ دیا گیا۔ کہ کوئی اس کے کلام سا کلام پیش نہ کرسکا۔ اس نے بلایا بھی کہ کوئی ہے جو میرے کلام جیسا کلام پیش کرے۔ مگر کوئی نہ آیا۔ باوجود ایسے نبی کی امت ہونے کے پھر بھی اگر ہم پر مہر لگ جائے اور ہم ان انعامات سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ تو کیا ہم کو ڈر نہیں کرنا چاہیئے اور نہیں اس حالت کے بدلنے کے لئے ہاتھ پاؤں نہیں مارنے چاہئیں۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ ان انعامات کا کسی اور کو وارث بنا دیا جائے۔ پس میں تعلیم یافتہ طبقہ کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ تحریراً بھی ان باتوں کا جواب دے جو لوگ ہمیشہ ہمارے متعلق لکھتے رہتے ہیں۔ آجکل تو تقریباً ہفتہ میں ایک آرٹیکل ضرور ایسا نکلتا رہتا ہے جس میں ہمارا ذکر ہوتا ہے۔ لیکن ہماری طرف سے کوئی بھی اس طرف توجہ نہیں کرتا۔

تبلیغ سب کے ذمہ ہے

تعلیم یافتہ ہوں یا نہ ہوں۔ عالم ہوں یا نہ ہوں میں ان سب کو توجہ دلاتا ہوں کہ سلسلے پر جو علمی رنگ میں تحریری طور پر اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کا اسی طرز پر جواب دیں۔ اور اس غفلت کو پھینکدیں۔ کہ یہ مردنی کی علامت ہے۔ لاشوں کے پاس لاشیں نہیں پہنچتیں۔ لیکن زندے زندوں کے پاس پہنچتے ہیں۔ وہ حی وقیوم خدا جو زندہ ہے کب زندوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آئے گا۔ اسی طرح مر کر تم اس کے پاس نہیں پہنچ سکوگے۔ البتہ زندہ رہ کر تم اس کے پاس پہنچ سکتے ہو۔ پس تم زندہ رہنے کی کوشش کرو۔ نہ صرف خود زندہ رہنے کی بلکہ دوسروں کو بھی زندہ بنانے کی کوشش کرو۔ جو عالم ہیں وہ اپنے رنگ میں جو عالم نہیں وہ اپنے رنگ میں۔ جو انگریزی خواں ہیں وہ اپنے طرز پر۔ اور جو انگریزی خواں نہیں ہیں وہ اپنی طرز پر اس کام میں لگ جاویں۔ غرض تم میں سے کوئی نہ ہو جو اپنی اپنی استعداد اور اپنی اپنی قابلیت کے مطابق تبلیغ نہ کر رہا ہو۔

دعا

میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے تمہاری قلموں میں زور بخشے اور تمہاری زبانوں میں طاقت عطا فرمائے۔ اور تمہیں ہر قسم کی اہلیت اور قابلیت بخشے کہ تا سب تم میں سے خدا کا نام دنیا میں روشن کرنے کے لئے ہمہ تن مصروف ہوں۔ اور اس کے جلال کے اظہار میں سب مشغول ہوں۔

درس القرآن کے متعلق اعلان

میں نے پاؤں کی تکلیف

اشتہارات

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت مولوی محمد نواب خانصاحب ثاقب سب جج وعدالتی سرکار ریاست مالیر کوٹلہ

(دعویٰ)

بشنا ولد نہالا۔ قوم چمار سکنہ موضع مانگی وال۔ علاقہ ریاست پٹیالہ۔ مدعی

بنام

لچھمن لیہر جو پیٹرا۔ جیتو نابالغ ولد ماتا بخش بولایت مسمات جے کور۔ والدہ خود قوم چمار ساکن موضع کلیران علاقہ ریاست مالیر کوٹلہ۔ مدعا علیہم ٭

دعوے دلا پانے مبلغ مالیت ۵ کلدار بروئے نوشت بہی

مقدمہ مندرجہ عنوان الصدر جیتو نابالغ ولد ماتا بخش بولایت مسمات جے کور والدہ خود قوم چمار سکنہ کلیران لاپتہ ہے۔ اس پر تعمیل سمن ہونی ضروری ہے۔ لہذا اشتہار ہذا زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ قاعدہ نمبر ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ مدعا علیہ مذکور ۲۹ راگست ۱۹۲۵ء کو اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی وجوابدہی مقدمہ کرے۔ ورنہ اس کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔ پھر کوئی عذر سماعت نہ ہوگا ٭

آج بتاریخ ۸ راگست ۱۹۲۵ء بثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت جاری کیا گیا ٭

مہر عدالت — دستخط حاکم

نارتھ ویسٹرن ریلوے نوٹس

(۱) بعض اشیاء خصوصاً ذیل میں لکھی ہوئی اشیاء کے بذریعہ مال گاڑی لے جانے کے کرایہ میں یکم اکتوبر سے تبدیلی کی گئی ہے۔ جس کی مفصل کیفیت نوٹس نمبر ۳۱ مورخہ ۳ راگست میں شائع کی جائیگی۔ جو کہ این ڈبلیو ریلوے کے تمام بڑے بڑے سٹیشنوں پر چسپاں کر دیا جائے گا۔ گندم۔ دال (بیج۔ نمک (این ادی) ناشپاتیاں) جیگری کھالیں اور چڑا گنا۔ زنجیر۔ آرد کھلی۔ لوہے کے ٹکڑے۔ تار ٭

(۲) دہلی غازی آباد۔ دہلی انبالہ کالکا شہر جیند اور پانی پت اور کیتھل اور کورو کیشتر سیکشنوں پر یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء سے نارتھ ویسٹرن ریلوے کے قواعد اور نرخ باربرداری اور سواری استعمال کئے جائینگے۔ کیونکہ وہ انتظام منسوخ ہو چکا ہے۔ جس کے ماتحت ایسٹ انڈیا ریلوے کے قواعد اور نرخ کرایہ وغیرہ ان سیکشنوں میں برتے جاتے تھے ٭

ہیڈ کوارٹرز آفس لاہور — دستخط
مورخہ ۳۱ رجولائی ۱۹۲۵ء — جے۔ ایف۔ پیئرز برائے ایجنٹ

نارتھ ویسٹرن ریلوے نوٹس

میلہ "درگا پوجا" کے موقعہ پر سو میل سے زیادہ سفر کے لئے ۱۹ رستمبر سے لے کر ۲۶ رستمبر تک نارتھ ویسٹرن ریلوے کے تمام سٹیشنوں سے مرقومہ ذیل نرخ پر واپسی ٹکٹ ملینگے جو اکتوبر ۱۹۲۵ء تک استعمال ہو سکتے ہیں :-

درجہ اول و دوم کے ٹکٹ — ایک طرف کا پورا کرایہ اور دوسری طرف کا ایک تہائی۔

درمیانے اور تیسرے درجہ کا ٹکٹ — آٹھ پائی فی میل کے حساب سے

لیکن کالکا شملہ سیکشن میں یہ کرایہ نہیں ہوگا۔ بلکہ وہاں ایک طرف کا پورا اور دوسری طرف کا ایک تہائی کرایہ لیا جائے گا ٭

دفتر ایجنٹ صاحب — دستخط
لاہور ۱۴ راگست ۱۹۲۵ء — جے۔ ٹیٹیگ پیئرز۔ برائے ایجنٹ

ہمارے سرمہ پر لوگ کیوں گرویدہ ہیں

اول یہ سرکار عالی سے باقاعدہ رجسٹرڈ ہو چکا ہے۔ دوم مفید عام ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر لوگ بذریعہ تار منگواتے ہیں۔ سوم تھوڑے ہی عرصہ میں جس قدر عمدہ سے عمدہ سندات مقبول عام ہونے کی وجہ سے اس سرمہ کو پبلک کی طرف سے حاصل ہوئی ہیں اور کسی سرمہ کو یہ بات میسر نہیں آئی۔ اس طرہ امتیاز کا فخر صرف ہمارے ساختہ موتی سرمہ رجسٹرڈ کو ہی حاصل ہے۔ اسلئے اگر آپ اپنی بصارت کو ترقی دینا چاہتے ہیں۔ اور اپنی پیاری آنکھوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ تو اس کے لئے آپ ہمارے موتی سرمہ رجسٹرڈ کے لئے آج ہی درخواست بھیجد یجئے۔ قیمت فی تولہ صرف عہ محصولڈاک علاوہ ٭

ملنے کا پتہ

منیجر کارخانہ موتی سرمہ رجسٹرڈ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور

زرعی زمین پچاس روپے کنال

ایک قطعہ اراضی زرعی تعدادی آٹھ کنال واقع قصبہ بانگر او بجو قلعیان کی زمین سے ملحق ہے۔ جس کی قیمت فی کنال پچاس روپیہ ہے قابل فروخت ہے۔ جن اصحاب کو خریدنا منظور ہو ذیل کے پتہ پر خرید فرماویں ٭

مولوی فضل الٰہی۔ محلہ دار الفضل۔ قادیان

الخطبہ

ایک مغل احمدی بھائی افسر محکمہ تعلیم لاہور عمر ۳۵ سال تنخواہ ۱۲۰ روپے ماہوار کو عقد ثانی کی ضرورت ہے۔ لڑکی تعلیم یافتہ اور سلیقہ شعار ہو۔ پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ صرف دو بچے بعمر ۱۴ اور ۱۶ سال۔ پنجابی مغل کو ترجیح دیجائیگی۔ ورنہ کوئی ذات ہو۔ مرزا قدرت اللہ احمدی ولد میاں ہدایت اللہ احمدی کوچہ چابک سواراں۔ لاہور

تحقیق واقعات کربلا

یا

کوائف کوفیان بیوفا

جناب مولانا مولوی خادم حسین صاحب خادم احمدی بھیروی جن کا وسیع علم شیعہ مذہب کے متعلق احباب سلسلہ سے پوشیدہ نہیں اس کتاب کے مصنف ہیں۔ اس بے نظیر کتاب میں واقعات کربلا کے متعلق تحقیق کر کے فاضل مصنف نے واقعہ شہادت کے اصل اسباب وعلل پر معتبر کتب شیعہ اور قابل وثوق علمائے اثنا عشری کی شہادت کی بنا پر روشنی ڈالی ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ اس ارتکاب عظیم کے ذمہ وار اور بانی مبانی کوفیان بے وفا تھے۔ جو مذہباً شیعان آل عباس میں سے تھے ٭

جناب مصنف کی طرز تحریر سے احمدی اور دیگر احباب اچھی طرح سے واقف ہیں۔ اس کتاب کی طرز تحریر بھی دلفریب اور اسلوب تقریر سلیس اور دلپسند ہے۔ کتاب میں کسی اہل سنت کی کتاب کا حوالہ تک نہیں دیا گیا۔ صرف انہیں کتب سے استدلال کیا گیا ہے۔ جو اہل تشیع میں مستند اور شیعی مجتہدین کی تصنیف ہیں۔ یہ وہی کتاب ہے۔ جس کے متعلق آج سے پندرہ سال قبل اخبارات سلسلہ میں تذکرہ ہوتا رہا ہے۔ اور اب چھپ کر تیار ہو چکی ہے۔ واقعات کربلا کے متعلق صحیح معلومات کے دلدادہ اور اختلاف شیعہ سنی کے متعلق تحقیقات کے خواہشمند اصحاب نہ صرف خود اس کا مطالعہ کریں۔ بلکہ اس کی متعدد کاپیاں خرید کر کے شیعہ دوستوں میں تقسیم کریں۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ۔ پانچ روپے کے خریدار کو محصول معاف۔ کم از کم دس جلد خرید کر مفت تقسیم کرنے والے اصحاب سے ۱۲ ر فی جلد ٭ سید دلاور شاہ۔ مہتمم دار الکتب احمدیہ نمبر ۲۷۶ کوچہ چابک سواراں لاہور

تریاق چشم (رجسٹرڈ) کی تصدیق

نقل ترجمہ انگریزی سارٹیفکیٹ صاحب سول سرجن بہادر کیمل پور۔ میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ میں نے "تریاق چشم" جسے مرزا عالم بیگ صاحب نے تیار کیا ہے۔ استعمال کیا ہے۔ میں نے گوجرات اور جالندھر میں اپنے ماتحتوں (یعنی ڈاکٹروں) اور دوستوں میں بھی تقسیم کیا ہے۔ میں نے سفوف مذکور کو آنکھوں کی بیماریوں بالخصوص ککروں میں نہایت مفید پایا جیسا کہ دیگر سارٹیفکیٹوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ دستخط انگریزی صاحب سول سرجن ٭

نوٹ:- قیمت پانچ روپے (عمہ) فی تولہ تریاق چشم رجسٹرڈ علاوہ محصولڈاک وغیرہ معاوضہ ۸ ر بھی بذمہ خریدار ہوگا ٭ المشتہر

خاکسار مرزا عالم بیگ احمدی موجد تریاق چشم (رجسٹرڈ)

دگرہی (شاہدولہ صاحب) گجرات پنجاب